فضیلت علم اور اہل علم

مولانا شمس الحق افغانی نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کا نام اہل علم کے لئے محتاج تعارف نہیں، حضرت دار العلوم دیوبند کے شیخ التفسیر اور بڑے استاذ رہے ہیں، انہوں نے جامعہ مدنیہ لاہور میں علم اور اہل علم کی فضیلت پر خطاب فرمایا' وہ خطاب نذر قارئین ہے.................ادارہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُولِهِ الْكَرِيْمِ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ ○

معزز حاضرین، علماء واساتذہ کرام اور طلبۂ جامعہ مدنیہ! میں نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی ہے اس وقت مجھے تین باتیں عرض کرنی ہیں: پہلی بات علم دین کا مقام، دوسری علم دین سے متعلق فرائض اور تیسری علم کے فرائض سے کوتاہی کے نقصانات۔

مقام علم اور اہلِ علم

علم دین اور اہل علم کا مقام اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔اس آیت میں تین الفاظ ایسے استعمال ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں علمِ دین اور عالم کا مقام بہت اونچا ہے۔قرآن کی عام اصطلاح یہ ہے کہ اہم اعلان شاہی طریقہ سے کیا جاتا ہے۔خود ہر حکومت کا یہ دستور ہے کہ ضروری اعلان ایک خاص طریقہ سے کرتی ہے۔حکومت روزانہ کوئی نہ کوئی کام کرتی ہی رہتی ہے، لیکن جب اہم معاملہ ہوتا ہے۔مثلاً جنگ، ون یونٹ، قحط وغیرہ تو با قاعدہ اعلان کیا جاتا ہے، قرآن بھی مقاصد مہمہ کے متعلق با قاعدہ اور شاہی اعلان لفظ قُلْ سے کرتا ہے۔یہاں بھی اہمیت کے لیے لفظ قل سے اعلان فرمایا' ارشاد ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ ○

بتلا دیجئے کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ سمجھتے وہی ہیں جو عقل والے ہیں"۔

علامہ تفتازانیؒ نے لکھا ہے کہ "استفہام انکاری" بعض اوقات توبیخ کے لیے ہوتا ہے تو گویا یہاں اللہ تعالیٰ نے ڈانٹ پلائی عالمِ دین اور غیر عالمِ دین کو برابر کرنے والے کو، جو شخص غیر عالمِ دین کو خواہ گورنر ہو یا بادشاہ یا یورپ

کی یونیورسٹیوں کا سند یافتہ، عالمِ دین کے برابر سمجھے گا وہ حق تعالیٰ کے قہر اور اس کی ڈانٹ کے نیچے آ جائے گا، کیونکہ عالمِ دین کا مقام بہت اُونچا ہے۔ جو علمِ دین نہیں رکھتا وہ خواہ کرۂ ارضی کا واحد بادشاہ کیوں نہ ہو عالمِ دین سے کم ہے۔ اللہ اپنے کلامِ عظیم میں کسی کا صرف نام لے لے تب بھی فخر ہے، کیونکہ اس کی ذات بہت بلند ہے، لیکن یہاں تو عالم دین کی نہایت زوردار تعریف فرمائی ہے۔

تیسری بات جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے وہ یہ کہ باوجودیکہ یَعْلَمُوْنَ فعل متعدی ہے لیکن اس کا مفعول ذکر نہیں کیا، یعنی یہ تو فرمادیا گیا کہ علم رکھتے ہوں، لیکن یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ کس چیز کا علم رکھتے ہوں، کیونکہ بتانا یہ ہے کہ جب علم کا لفظ بولا جاتا ہے تو مفہوم اس کا متعین ہوتا ہے، ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ جیسے جوتی کا مفہوم متعین ہے کہ پاؤں کے لیے ہوتی ہے اور جیسے ٹوپی کا کہ سر کے لیے ہوتی ہے (یعنی جوتی کے تلفظ کے ساتھ اگر پاؤں کا ذکر نہ بھی کریں تو بھی سمجھ میں آجاتا ہے کہ یہ پاؤں کے لیے ہے۔ اسی طرح ٹوپی کے تلفظ سے اس کا مفہوم اور مقام یعنی ''سر'' لامحالہ سمجھ میں آجاتا ہے وغیرہ) اسی طرح علم کا مفہوم بھی متعین ہے۔ یعنی ''علم دین'' مطلب یہ ہے کہ علم کا متعلق دین ہے' گو علوم دنیویہ بھی ہوتے ہیں لیکن قرآن نے مفعول کو حذف کر کے بتلایا کہ یہ علم دین اتنا متعین ہے کہ ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ جب بھی علم کا لفظ بولا جائے گا تو سب سے پہلے علم دین ہی سمجھا جائے گا۔ اس تعین کی وجہ سے اس کے (یعنی مفہوم علم یا مفعول یعلمون کے) تذکرہ کی حاجت نہیں۔ دیکھیں! علمِ دین بھی علم ہے اور علمِ دنیا بھی علم ہے، لیکن جس علم کا ''معلوم'' بلند ہوگا وہ علم بھی بلند اور جس کا ''معلوم'' پست وہ علم بھی پست ہوتا ہے، علم دنیا رکھنے والے رومیوں کو (یعنی اہل یورپ کو کیونکہ قدیم جغرافیہ میں روم یورپ کا نام ہے مفسرین کی تحقیق یہی بتاتی ہے) خدا تعالیٰ نے قرآن میں لَا یَعْلَمُوْنَ کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ اسے معلوم تھا کہ یہ ہوا پر اڑیں گے یہ کریں گے، وہ کریں گے' لیکن پھر بھی انہیں لایعلمون (یعنی بے علم) کہا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے: ﴿یَعْلَمُوْنَ ظَاهِراً مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ O﴾

''یعنی دنیا کی زندگی کی ظاہری باتیں جانتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں''۔ (پ ۲۱، ع ۴)

مطلب یہ کہ دنیا کو تو جانتے ہیں، لیکن آخرت سے بے خبر ہیں اور آخرت کے مقابلہ میں یہ دنیا صفر ہے۔

یہ بھی غور کریں کہ اگر علم فقط دانستن (جاننا) کا نام ہے پھر تو امورِ مملکت کو جاننے والا وزیر اعظم اور ٹٹی کا علم رکھنے والا (بھنگی) برابر ہیں، کیونکہ دانستن میں دونوں شریک ہیں۔ تو کیا کوئی وزیر اعظم بیرسٹر اور ایم اے کے مقابلہ میں کسی بھنگی کو تعلیم یافتہ کہے گا؟ ہرگز نہیں۔ بھائی! علم اگر صرف دانستن کو کہتے ہیں پھر تو سب کو تعلیم یافتہ کہنا چاہیے، لیکن چونکہ بھنگی کا ''معلوم'' (جو چیز وہ جانتا ہے) پست ہے اس لیے اس کا علم بھی پست ہے اور اس لیے کوئی اسے تعلیم یافتہ نہیں کہہ سکتا، تو حق تعالیٰ کے نزدیک یہ دنیا پاخانہ سے بھی کم ہے، اس لیے دنیا کا علم جاننے سے کوئی عالم نہیں کہلایا

جاسکتا۔ آگے فرمایا: ﴿إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ ''یعنی عقل والے ہی اس کو سمجھتے ہیں''۔

یہاں حصر کا کلمہ ارشاد فرمایا: جب یہ اعلان کر دیا کہ دین کا عالم سب سے اونچا ہے۔ چاہے غیر عالم کرۂ ارضی کا واحد بادشاہ کیوں نہ ہو۔ اب فرماتے ہیں کہ جو عالمِ دین کو غیر عالم کے برابر سمجھتا ہے وہ بے عقل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن پہلے انبیاء شفاعت کریں گے، پھر علماء پھر شہداء، معلوم ہوا کہ عالمِ دین کا عہدہ بہت بڑا عہدہ ہے۔ اس کا مقابلہ دنیا کا کوئی عہدہ نہیں کرسکتا، یہ ہوا مقامِ علم اور مقام علماء۔

عالم کے فرائض

ہر عہدہ کے ساتھ فرائض ضرور ہوتے ہیں۔ عہدہ جتنا بڑا ہوتا ہے۔ فرائض اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں۔ چپڑاسی کے فرائض سے تحصیلدار کے فرائض زیادہ ہوتے ہیں اور تحصیلدار کے فرائض سے کمشنر کے اور کمشنر کے فرائض سے گورنر کے فرائض زیادہ ہوتے ہیں۔ گویا عہدہ کے مطابق فرائض ہوتے ہیں۔ عالمِ دین کا عہدہ چونکہ تمام عہدوں سے بڑا ہے اس لیے اس کے فرائض بھی سب سے زیادہ ہیں۔

ارشاد ہے: ﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ''اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور برے کاموں سے روکتی رہے اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں''۔ (پ۴، ع۲)

فرمایا جو دعوتِ خیر دے، یعنی نیکیاں پھیلائے، برائیاں مٹائے، وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں، تو عالم بن جانے کے بعد خطیب، استاذ، ٹیچر دینیات وغیرہ بن جانے سے فرائض ختم نہیں ہوتے، بلکہ ﴿يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ﴾ خطیب خطابت کے علاوہ، ٹیچر ٹیچری کے علاوہ لوگوں کو بھلائی کی دعوت بھی دے۔

فرائض سے کوتاہی کے نقصانات:

عالم جو علم حاصل کرے اسے اپنے سینہ تک محدود نہ رکھے، بلکہ پھیلائے۔ اگر پھیلانے کی سعی کی تو فرض ادا کیا، ورنہ تو یہ اس گورنر یا کمشنر کی طرح ہے جو عہدہ تو بڑا لیے ہوئے ہے، لیکن صبح سے شام تک سویا رہتا ہے۔ کام کوئی نہیں کرتا۔ عہدہ کے متعلق فرائض ادا نہیں کرتا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ سب سے بڑا عذاب اس عالم کو ہوگا جس کے علم سے دوسروں کو فائدہ نہ پہنچے۔ ایک طرف اگر عالمِ دین کو بہت بڑا عہدہ دیا گیا تو دوسری طرف بہت سے فرائض اس کے ذمے لگا دیئے گئے اگر ان فرائض کو بجالایا تو یہ علم سراپا منفعت ہے ورنہ سراپا مضرت ہے۔

خداوند کریم نے عالم کو بہت بڑا عہدہ اور عزت دی ہے جس کی قدر کرنی چاہئے۔ اگر آپ کہیں کہ آج کل تو

کوئی عزت نہیں۔ آج کل اگر عزت ہے تو صاحبِ اقتدار ارباب دولت کی ہے تو یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ اللہ کی نظر میں عالمِ دین ہی عزیز ہے۔

حدیث شریف میں ہے: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ ''تم میں بہترین وہ ہے جو سیکھے قرآن مجید او سکھائے''۔

حدیث میں ''خیریت'' کا مقام ذکر ہے۔ اس میں معلم سے متعلم کو مقدم رکھا ہے۔ یا تو اس لیے کہ تعلم (یعنی سیکھنا) پہلے ہوتا ہے۔ تعلیم (یعنی سکھانا) بعد میں اور یا اس لیے کہ متعلم کو اکثر سفر کرنا پڑتا ہے معلم کو نہیں۔ معلم تنخواہ پاتا ہے متعلم نہیں پاتا۔ معلم کو اور بھی بہت سی ایسی سہولتیں میسر ہوتی ہیں جو متعلم کو میسر نہیں ہوتیں۔ اس لیے متعلم کی تکالیف کے پیش نظر خیریت کے مقام میں اس کو مقدم فرمایا۔

لطیفہ:

ایک دفعہ مجھ سے کسی نے پوچھا کہ تم کہتے ہو کہ عالمِ دین کی بہت عزت ہے، لیکن ایسا نہیں آج کل ان کی کوئی عزت نہیں۔ میں نے کہا کہ کس کے ہاں عزت نہیں، خدا کے ہاں یا لوگوں کے ہاں؟ اس نے کہا لوگوں کے ہاں۔

اس زمانہ میں لیاقت علی خان وزیر اعظم تھے۔ میں نے جواب میں کہا کہ ایک آدمی ہے اس کی لیاقت علی خان کے ہاں تو بڑی عزت ہے مگر ''رام کلا'' کے دل میں اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں (رام کلا میرا ملازم تھا جو میرے بنگلے کی صفائی کرتا تھا) بتاؤ وہ شخص عزت والا ہے یا نہیں۔ اس نے کہا وہ شخص یقیناً عزت والا ہے، جس کی عزت لیاقت علی خان کرتا ہے بھلا وہ کیسے صاحب عزت نہیں ہوگا۔ ہزار رام کلے اسے ذلیل سمجھیں۔ جب لیاقت علی خان کے ہاں اس کی عزت ہے تو رام کلا کون ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ رام کلا تو پھر بھی لیاقت علی خان کے ساتھ انسانیت میں شریک ہے، کیونکہ انسانی صفات دونوں میں پائی جاتی ہیں، لیکن خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں تو دنیا کے بڑے سے بڑے آدمی کی بھی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ تو جب وہ آدمی ذلیل نہیں جس کی عزت لیاقت علی خان کرتا ہے تو وہ کیسے ذلیل اور بے عزت ہو سکتا ہے، جس کی خدا کے ہاں عزت ہو۔

ایک قصہ

ایک دفعہ کوئٹہ کی ایک مسجد میں والی قلات نے مجھ سے کہا کہ علماء کی کوئی عزت نہیں ہے کیا وجہ ہے؟ میں ابھی جواب دینے بھی نہ پایا تھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک عورت نے مجھ سے کہا، مولوی صاحب! میرے اس لڑکے کو دم کر دو اور ہاتھ پھیرو۔ یہ بیمار ہے۔ والی قلات کھڑے دیکھتے رہے۔ میں نے لڑکے کو دم کر کے والی قلات سے کہا کہ خدا نے آپ کے سوال کا جواب مجھ سے پہلے دے دیا۔ غور کیجئے میں پشاور کا رہنے والا ہوں۔ یہاں کا رہنے والا نہیں۔ یہ عورت بھی بلوچ ہے اور آپ بھی بلوچ ہیں، یہ بھی آپ کی رعایا، لیکن کیا وجہ ہے کہ اس نے آپ سے ہاتھ

پھیرنے کونہیں کہا اور مجھ سے کہہ دیا؟ کیا میرے ہاتھ سونے کے اور آپ کے چاندی کے ہیں۔ دیکھئے! اس عورت نے مجھے اہل علم میں سے سمجھا، علم کی عزت اس کے دل میں تھی اس لیے مجھ سے کہا اور آپ سے نہ کہا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ یَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ ۝﴾ ''تم میں اللہ ایمانداروں کے اور ان کے جنہیں علم دیا گیا ہے درجے بلند کرے گا'' (پ۲۸، ع۲)

علم کی عزت رہے گی۔ یہ قدرو منزلت رہتی دنیا تک باقی رہے گی۔ غریب مولوی جس کے پاس پاؤ بھر آٹا بھی نہیں ہوتا لوگ اس کے پاس تو برکت کے لیے ہاتھ پھیروانے آتے ہیں، لیکن وائسرائے وغیرہ کے پاس نہیں جاتے۔ کیوں؟ اس لیے کہ خدا نے علماء کو خاص ہی عزت دی ہے۔ تو اس پر والی ہکا بکا رہ گیا۔

راہ علم کی تکالیف:

علم دین کے ساتھ ساتھ تکالیف بھی ہوتی ہیں۔ یہ وراثتِ نبوت ہے، آپ تو ماشاء اللہ پھر بھی اچھے ہیں۔ گذشتہ علماء کرام نے تو بہت زیادہ تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ ابو حیان توحیدی' سلیمان کے شاگرد تھے، مؤرخین لکھتے ہیں کہ فارابی اور ابن سینا سے ان کا علمی مقام بلند تھا۔ وہ اپنے استاد کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان کو ایک رائی کی بھی استطاعت نہیں تھی۔ لغت کے سب سے بڑے امام خلیل بن احمد جس جگہ پڑھاتے تھے، جب اس جگہ سے ہجرت کرنے لگے تو شاگرد بہت پریشان ہوئے۔ استاد نے کہا کہ کاش دن رات میں اگر آدھ سیر باقلا (باقلہ) بھی ملتا تو کبھی نہ جاتا۔ لیکن نہ مجھ میں قوت ہے اور نہ تم تین سو شاگردوں میں یہ قدرت ہے کہ آدھ سیر باقلا کہیں سے لے آیا کرو۔

ایک بات یہ بھی بتا دوں کہ ناواقف لوگوں کو اعتراضات سے ہرگز تنگ نہ ہونا چاہئے، ایسا ہوتا ہی رہا ہے۔

امام رازیؒ جو بہت بڑے امام بھی تھے اور بہت بڑے دولت مند بھی۔ جنہوں نے شہاب الدین غوری کو اسی لاکھ روپے دیئے تھے۔ گویا ان کے پاس علم کی دولت بھی تھی اور ظاہری یعنی دنیاوی دولت سے بھی مالا مال تھے۔ وہ جب منبر پر خطبہ دینے کھڑے ہوتے تو لوگ پرچیوں پر مختلف قسم کے اعتراضات لکھ کر پیش کرتے، آپ ان سب پرچیوں کو پڑھ لیتے، لیکن ان کا جواب نہ دیتے۔ جواب میں صرف یہ شعر کہہ دیا کرتے تھے:

اَلۡمَرۡءُ مَادَامَ حَیًّا یُسۡتَهَانُ بِهٖ
وَیَعۡظُمُ الرُّزۡءُ فِیۡهِ حِیۡنَ یُفۡتَقَدُ

''آدمی جب تک زندہ رہتا ہے اس کی بے قدری کی جاتی ہے اور جب وہ (مرکر) جاتا رہتا ہے تو اس کا فقدان بڑی مصیبت ہوتی ہے''۔

میرے عزیز طلبہ! کسی کی ترش روئی سے ہرگز دل برداشتہ نہ ہوں، لوگوں کے اعتراضات کی پروا نہ

کریں، علم کو سیکھیں، پھیلائیں خود بھی اس پر عمل کرتے رہیں اور لوگوں کو بھی عمل کی دعوت دیں۔ یاد رکھو عمل کے بغیر علم وبال ہے۔

حضرت مدنی کی تواضع:

میں ایک دفعہ دیوبند گیا۔ وہاں حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ کے گھر مہمان ہوا۔ حضرت مدنی ؒ خود گھر میں نہیں تھے۔ میں رات کو ایک کمرے میں سویا ہوا تھا۔ کروٹ جو بدلی تو آنکھ کھلی، دیکھا تو مولانا مدنی ؒ ایک چٹائی پر جو میری چارپائی کے بالکل قریب تھی لیٹے ہوئے تھے۔ سر کے نیچے اینٹ رکھی تھی۔ مجھے بہت شرم آئی۔ خیال کیا کہ حضرت کو اب جگانا مناسب نہیں ہے۔ ذرا دیر ہوئی تو دیکھا کہ حضرت مدنی نوافل میں مشغول ہیں۔ صبح ہوئی تو پوچھا کہ حضرت یہ کیا غضب کیا؟ نیچے کیوں آرام فرمانے لگے۔ مجھے اٹھایا کیوں نہیں۔ فرمایا یہ اکرام ضیف (عزت مہمان) ہے۔ کیا آپ نے یہ حدیث نہیں پڑھی : مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ "جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو لازم ہے کہ مہمان کی عزت کرے"۔

پھر فرمایا دیکھئے! آج مولوی پڑھتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے۔ میں اپنے ساتھ ایک من کے قریب کوئٹہ کے عمدہ انگور لے گیا تھا۔ وہ حضرت ؒ نے حاضرینِ مجلس میں تقسیم کر ڈالے۔ گھر سے خادمہ آئی۔ کہنے لگی سنا ہے افغانی صاحب انگور لائے ہیں۔ گھر کیلئے بھی دیدیجئے۔ فرمایا: اب آئی ہو، وہ تو تقسیم بھی ہو گئے۔ پھر کھانے کا وقت آیا تو ہاتھ دھلانے کے لیے خود لوٹا اٹھایا۔ میں نے عرض کیا، حضرت! یہ کیا کر رہے ہیں؟ میں خود دھولوں گا، مگر وہ دھلانے پر مصر رہے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ جناب اس لڑائی سے کیا فائدہ؟ میری طبیعت مکدر ہوگی، طبیعت پر بوجھ رہے گا۔ کیا یہی اکرام ضیف ہے اکرامِ ضیف تو یہ ہے کہ بوجھ نہ پڑے۔ فرمایا شرعی حکم میں بوجھ ہو تو رہے۔ شرعی حکم اکرام ہے وہ میں بہر حال بجالاؤں گا خواہ بوجھ ہو یا نہ ہو۔ پھر میں نے کہا کہ رات حضرت نے آرام تو کیا ہی نہیں۔ فرمایا صرف آج رات نہیں گذشتہ نو راتوں میں ایک لمحہ بھی نہیں سو سکا۔ (واہ مدنی ؒ! تجھ پر خدا کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں) اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے نیک لوگوں کے نقش قدم پر چلائے۔ اللہ آپ کے علم میں برکت دے۔ وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

............☆☆☆............

ختم نبوت

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا اور اس میں ہر طرح کا حسن وخوبصورتی پیدا کی، لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ اب لوگ آتے ہیں، مکان کو دیکھتے ہیں اور حیرت زدہ رہ جاتے ہیں، یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (صحیح بخاری)